جلد ۱۸ ہجرت ۱۳۵۶ ہش شمارہ ۵

مئی ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت پرچہ ھذا — ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

○ ہجرت ۱۳۵۶ ہش

○ جمادی الاول ۱۳۹۷ ہجری

○ مئی ۱۹۷۷ء

ایڈیٹر
سید عبدالحی

فی پرچہ
ایک روپیہ

قیمت سالانہ
دس روپے

فہرست مضامین

پبلشر ۔ ۔ ۔ چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ۔ ۔ ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ۔ ۔ ۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الرحمت غربی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۰	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۵

ہجرت ۱۳۵۶ ہش

خلافتِ احمدیہ

مستقبل کا مذہبی مؤرخ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کی اہمیت کبھی نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ یہ وہ دن ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت احمدیہ کے اکابرین، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد اور صحابہ مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مبارک فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ ایک اصولی فیصلہ تھا کہ مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تا قیامت خلافتِ احمدیہ قائم ہو۔ یہ مبارک اجماع تقدیرِ خداوندی اور منشاءِ الٰہی کے عین مطابق تھا۔ آج جبکہ خلافت احمدیہ پر انہتر ۶۹ سال گزر چکے ہیں۔ ہر فردِ جماعت اس بات کا گواہ ہے کہ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کا دن سورۂ نور میں مذکور اُمّتِ محمدیہ سے وعدۂ استخلاف کے ایفاء کا ایک ظہور تھا اس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ثم تکون الخلافۃ علیٰ منھاج النبوۃ پوری ہوئی اور یہ مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ دوسری قدرت کے ظہور کا دن تھا اور ہر احمدی گواہ ہے کہ خلافت احمدیہ کے گزشتہ انہتر ۶۹ سال حسب آیت قرآنی تمکنتِ دین کے سال ثابت ہوئے۔ کتنے داخلی اور خارجی بحران آئے اور محض خلافت کی برکت سے جماعت کا خوف امن سے بدل گیا۔ انفرادی سکینت اور اجتماعی امن خلافت کی برکات ہیں۔ خلافت برکاتِ رسالت اور رانزالِ رحمت کے تسلسل کا نام ہے۔ اور ہم شکر گزار ہیں اللہ تعالےٰ کے کہ اس نے اس انتشار، سرکشی، افراتفری اور نفسانفسی کے زمانہ میں ہمیں ایک واجب الاطاعت خلافت سے نوازا ہے جس کے زیر سایہ فرد روحانی تربیت حاصل کرتا ہے۔ اجتماعی شعور حاصل کرتا ہے۔ اور

حقیر انفرادی کاوشیں اجتماعیت کے سانچے میں ڈھل کر ایک مؤثر جہاد کا رنگ اختیار کر لیتی ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جماعت کی معمولی قربانیوں کے غیر معمولی نتائج محض اس لئے نکلتے ہیں کہ خلافت کے ذریعہ الٰہی برکات ان کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں۔ کتنے طوفان آئے جماعت کے افراد سوتے تھے اور ان کا خلیفہ ایک دردمند ماں کی طرح ان کے لئے راتوں کو جاگتا تھا۔ انکی اجتماعی بہبود اور حفاظت کے لئے دعائیں کرتا تھا۔ اور تجویزیں سوچتا تھا۔ خدا کی اس عظیم نعمت کا جس قدر شکر کیا جائے کم ہے اور جس حد تک ہم افراد جماعت خلافت کی قدر کریں گے ہم اس کی برکات سے متمتع ہوں گے۔ خلافت میں ہماری سلامتی ہے اجتماعی بھی انفرادی بھی۔ خلافت کے ذریعہ رسول کے مشن کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور اللہ کی حجت قائم ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا تعالےٰ کی سنّت ہے کہ جب سے اس نے انسان کو زمین پر پیدا کیا ہمیشہ اس سنّت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ اسکی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اسکی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں انکو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کرتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالےٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالےٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے۔ اور صحابہؓ غم کے مارے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالے نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔" (الوصیت)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"چونکہ انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں۔ لہذا خدا تعالے نے یہ ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف اور اَولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت رکھے سو اس غرض سے خدا تعالے نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔" (شہادت القرآن)

پھر فرماتے ہیں:۔

"دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسالِ مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتدار و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالے نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شقیں ظہور میں آجائیں۔" (سبز اشتہار)

اور جماعت احمدیہ کو خوشخبری اور تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالے دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالے اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔" (الوصیت ملا۔۷)

اے خدا تو اس قدرت کو ہمیشہ ہمارے ساتھ رکھ آمین۔

— (کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام) —

ہم کیونکر خدا کو راضی کریں؟ ——— تقویٰ سے

"ہم کیونکر خدا کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقوےٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقوےٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔

سب سے اول اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہو گی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔ اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا اور باہر پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو

ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالیٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمام قویٰ کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں کمال تک پہنچیں کیونکہ جو بات دل سے نکلے اور دل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تیار کی ہے۔ سو اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں وہ عدالت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہوگا اور سرکش جہنم میں گرایا جائیگا۔ جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائیگا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالیٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کیلئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اس لئے اس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جائے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔" (ازالۂ اوہام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

مقامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَيْرُ الْوَرٰى
رِيْقُ الْكِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

تَمَّتْ عَلَيْهِ صِفَاتُ كُلِّ مَزِيَّةٍ
خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ كُلِّ زَمَانِ

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا كَرِدَافَةٍ
وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

وَهُوَ فَخْرُ كُلِّ مُطَهَّرٍ وَمُقَدَّسٍ
وَبِهٖ يُبَاهِي الْعَسْكَرُ الرُّوْحَانِيْ

هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ
وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانِ

اَلْفَيْتُهٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْهُدٰى
وَرَئَيْتُهٗ كَالدُّرِّ فِي اللَّمَعَانِ

- بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم مخلوقات میں سے بہترین۔ شرفا کی روح اور عظیم شخصیات میں سے منتخب فرد ہیں
- ہر فضیلت کی صفات اور ہر دَور کی نعماء آپؐ کی ذات پر ختم ہیں۔
- خدا کی قسم! محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت خلیفۃ اللہ کی ہے اور آپؐ ہی کے توسط سے دربار شاہی میں رسائی ممکن ہے۔
- آپؐ ہر مطہر اور مقدس کا فخر ہیں اور افواج روحانی آپؐ کی ذات پر نازاں ہیں۔
- آپؐ تمام متقدم مقربین سے افضل ہیں — اور فضیلت نیکیوں اور اوصاف حمیدہ پر موقوف ہے نہ کہ زمانہ پر۔
- میں نے آپؐ کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا۔ اور آب و تاب میں آپؐ کو ایک گوہر تابدار کی مانند دیکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

ثنائے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

دُر دِلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی نہ دارد ہمسرے

آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل
آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے

آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است
ہمچو طفلے پروریدہ در برے

آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے

آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

آں رحیم و رحمِ حق را آیتے
آں کریم و جودِ حق را مظہرے

آں رُخِ فرخ کہ یک دیدارِ او
زشت رُو را می کند خوش منظرے

(دیباچہ براہین احمدیہ)

- میرے دل میں ایک ایسے سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے جو خوبیوں میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا
- وہ جس کی جان خدائے ازلی کی عاشق اور جس کی روح اس دلبر سے وصل رکھتی ہے۔
- وہ جو عنایاتِ خداوندی کی طرف کھینچا گیا اور جس نے ایک بچے کی طرح خدا کی گود میں پرورش پائی ہے۔
- وہ جو نیکی اور کرم میں بحرِ عظیم اور کامل شفقت میں گوہر یکتا ہے۔
- وہ جود و سخا میں ابرِ بہار اور فیض و عطا میں ایک آفتاب ہے۔
- وہ رحیم اور رحمتِ حق کا نشان ہے۔ وہ عنایاتِ خداوندی کا مظہر ہے۔
- وہ مبارک چہرہ جس کا ایک دیدار بدصورت کو خوبصورت بنا دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احسانات

(از جناب مرحوم حکیم خلیل احمد صاحب اُف مونگھیر)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران آیت ۱۶۵)

جبکہ ریگستانِ عرب کے وہ ذرّات جو کہ انوارِ نبوت کے پرتو سے عالمتاب ہوگئے تھے بوجہ بُعد زمانی و مکانی بے نور ہو گئے (إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ) جبکہ وہ باقیات الصالحات علماء جو کہ ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کی مانند تاریکی میں نظر آتے تھے ایک ایک کرکے آسمان سے غائب ہو گئے۔ (وَإِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ) جبکہ کوہِ وقار اسلامی سلطنتیں جو کہ اسلامی شعار کی ضامن تھیں غفلت شعار ہوگئیں اور خواہشاتِ دنیا میں مبتلا ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں (وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ) جبکہ جزائر اور بیابانوں کے وحوش نے باغ اسلام کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ اور بھیڑیے اور درندوں نے فرزندانِ اسلام کو اسلام کی چاردیواری سے اُچک لینا شروع کر دیا۔ (وَإِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ) جبکہ اسلام کے بحرِ بیکراں کا مد دیکھتے دیکھتے تنزل کی خاموشی جزر سے بدل گیا اور علوم و فنون کے رواں دریا خشک ہو گئے (وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ) اور جبکہ ظلم اور عدوان، اور عصیان و طغیان، کفر و اباحت نے مطلعِ اسلام کو تاریک کر دیا (وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ) یکایک افقِ مشرق سے پَو پھوٹی (وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ) کفر و ظلمت نے اپنی سیاہ چادر لپیٹی۔ نور کا تڑکا ہوا۔ وہ خورشیدِ رسالت جو اپنی جلالی شان کے ساتھ فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا تھا اس کا نورِ بدرِ کامل کی شکل میں جمالی شان کے ساتھ قادیان سے پھر ضیا بار ہوا (وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ) ایمان کی روشنی جو دنیا سے اوپ ہوگئی تھی اور ثریا پر چلی گئی تھی دوبارہ زمین پر آئی اور بڑی چمک دمک کے ساتھ آئی۔ یعنی راہِ ہدایت و ثواب دکھانے والا ہادی و مہدی اسلام کے چہرہ سے جہالت کی سیاہ نقاب الٹ کر اس کا منور و دلکش چہرہ دکھلانے والا مجدّدِ شریعت۔ صدیوں کی اُلجھی ہوئی گرہوں کو سلجھانے والا حکم و عدل، مخالفین اسلام کی زہر آلود تالیف و تصنیف پر خطِ تنسیخ کھینچنے والا سلطان القلم۔ انبیاء سابقین کی حسرت بھری نظر

اور مثیل صورتوں کی رونمائی کرنے والا حسین مجسمہ جری اللہ فی حلل الانبیاء، مسیح اسرائیلی کا مثیل مگر شان میں افضل، سید المرسلین خاتم النبیین کا بروزِ کامل۔ آپ کی زبانِ نبوت کا ترجمان نبی اللہ آیا با کرّو فرّ آیا با فتح و ظفر آیا۔ بے تیغ و تبر آیا۔ قرنا کی گونج کے ساتھ براہین و قرائن کے ساتھ، نشانات و معجزات کے ساتھ آیا ع

یک نظر سوئے ایں نگار بچش

اس نے آکر فرمایا ؎

قافلاں من از یار آمدہ ام ؂ ہمچو بادِ بہار آمدہ ام
آمدم آں زماں کہ بادِ خزاں ؂ کرد یکسر ریاضِ دیں ویراں
آمدم تا نگار باز آید ؂ بیدلاں را قرار باز آید
نعرہ ہائے زنم بر آبِ زلال ؂ ہمچو اوردواں پئے اطفال

انبیاء کی عظمت کا پتہ ان کے کاموں سے لگتا ہے۔ جس قدر مفید عالم ان کے کام ہوتے ہیں اسی قدر ان کے احسانات کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے محبوب و مطاع سردار انبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰےؐ کے نقش قدم پر آپ کے نائب کی حیثیت سے سارے عالم کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجے گئے۔ اس لئے آپ کے کاموں کا دائرہ بھی وسیع اور آپ کے احسانات بھی عالمگیر ہیں۔ کسی خاص ملک یا کسی خاص قوم یا کسی خاص جماعت پر آپ نے احسان نہیں کئے ہیں بلکہ شرق و غرب پر شمال و جنوب پر کالے اور گورے پر شاہ و گدا پر عالم و جاہل پر، غرضیکہ ہر عالم پر آپ نے احسان کئے ہیں۔ کوئی فرد دنیا میں ایسا نہیں جو آپ کا زیر بارِ احسان نہ ہو۔ یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ گو اس وقت کی دنیا انکار کرے۔ اور اپنے اس محسن کی شکرگزار نہ ہو لیکن حق ظاہر ہو کر رہے گا اور دنیا خصوصاً مذہبی دنیا کو اپنے محسن کا شکرگزار ہونا ہوگا۔ اگر تفصیل سے لکھا جائے۔ تو آپ کے احسانات کی تقسیم و تبویب بہت ہو سکتی ہے۔ گھنٹوں نہیں بلکہ دنوں اور مہینوں آپ کے احسانات بیان کئے جا سکتے ہیں۔ بطور اشارات پر اکتفا کروں گا ؎

دامانِ نگاہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

نفسِ مذہب پر آپؐ کا احسان

موجودہ دنیا سائنس اور فلسفہ کی دنیا اپنے تمام مادی حربہ اور آلات سے مسلح ہو کر مذہب اور اس کے

نام و نشان کو نیست و نابود کرنے کے لئے تیار تھی۔ مذہب کو ننگ انسانیت و تہذیب، باعث فتنہ و فساد اور سبب خونریزی و خونخواری سمجھا جانے لگا تھا۔ اہلِ مذہب مبہوت و ششدر تھے۔ ہر میدان میں شکست پر شکست کھا رہے تھے۔ لیڈرانِ قوم اور مدعیانِ اصلاح کی زبانوں اور ان کے قلموں پر فلسفہ یورپ نے وہ رعب جمایا تھا۔ کہ اللہ کا لفظ بولنے اور لکھنے میں جھینپتے تھے اور صرف قدرت کا لفظ استعمال کیا کرتے تھے۔ ارکانِ مذہب اور ایمانیات و اعتقادات کا فلسفیانہ ثبوت تو ایک کارِ مشکل تھا۔ غلامی اور تعدد ازدواج وغیرہ مسائل پر اپولوجیاں مانگی جا رہی تھیں۔ وحی و الہام۔ ملائکہ۔ دعا اور عذابِ دوزخ وغیرہ پر تمسخر کیا جا رہا تھا۔ جنت و نعمائے جنت پر پھبتیاں اڑائی جاتی تھیں۔ اور کہا جاتا تھا ع

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

وہ کون انسان ہے جس نے چودھویں صدی میں آکر مادیات کی زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں مذہب کی حقانیت اور برتری حجج بالغہ و دلائل قاطعہ، شواہد بیّنہ، مشاہدات عینیہ اور تازہ بتازہ الہامات ربانیہ سے ثابت کی۔ اور صداقتِ مذہب کا نہ ختم ہونے والا پرچم عالم میں لہرایا۔ وہ اس معمورۂ عالم کا محسن، ہمارا آقا، حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ زمانۂ موجودہ میں اقلیم مذہب کے اس بادشاہ کے اس جہادِ اکبر کو۔ اس کی مقدس کتابوں کو اگر دیکھو گے تو معلوم ہو جائے گا کہ کس حسن و خوبی سے مادیات اور روحانیات۔ یا بالفاظ دیگر خدا کی قولی اور فعلی کتاب میں تطبیق دے کر ناگزیر ضرورت اور فوقیت ثابت کی ہے۔ من شاء فلیرجع الی الکتب المقدسة

عیسائی دنیا پر آپؑ کا احسانِ عظیم۔

قومی تقسیم میں آپؑ کا احسان بہت بڑا اس قوم پر ہے جو کہ ربع مسکون کے ایک بڑے حصہ پر حکمران اور قابض ہے وہ عیسائی قوم ہے۔ کوئی عیسائی یہ کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا عیسائیوں پر کس طرح احسان ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے تو عیسائیت کے چہرہ پر تبر رکھ دیا صلیب کے ٹکڑے کر دیئے یہ کیسا احسان ہے۔ میں کہوں گا کہ بے شک حضرت مرزا صاحب نے دلائل سے صلیب کے پرخچے اڑا دیئے۔ لیکن عیسائیوں اور خود حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے لئے۔ دشمنی کے لئے نہیں! اب کوئی سلیم الفطرت عیسائی جس کے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حقیقی محبت ہے اس احسان کو سمجھنے کے بعد صلیب کو پھر جوڑنے اور کھڑی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے تمام عیسائی بادشاہوں پر، کلیساؤں کے تمام پادریوں اور

بشپوں پر، روم کے پاپائے اعظم پر اور ہر عیسائی پر احسان عظیم کیا ہے۔ وہ احسان کیا ہے جس کی وجہ سے دنیا کے سارے عیسائیوں کو آپ کا ممنون منت ہونا چاہیئے۔ وہ خدا کے برگزیدہ رسول، اس کے پیارے اور مقرب بندے وجیہاً فی الدنیا والاٰخرہ حضرت عیسٰے کو معاذ اللہ تین دن کے لئے ملعون سمجھنے کا روح کو کپکپا دینے والا اور رنادانی سے اس کو مدارِ نجات سمجھنے کا خطرناک عقیدہ ہے جس پر نافہمی سے عیسائیوں کو فخر و ناز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیحؑ کی اس سے بریت ثابت کی اور اعلان فرمایا کہ عیسٰے نے ہرگز لعنتی موت اختیار نہ کی بلکہ طبعی موت سے مرفوع الی اللہ ہوئے۔ وہ تین دن کے لئے کیا تین سیکنڈ کے لئے بھی ملعون نہیں ہوئے اور نہ دوزخ میں رہے۔ اور آپ نے اس عقیدہ کو اناجیل مروجہ قرآن پاک کی آیات مطہرہ اور تاریخ صحیحہ سے مبرہن طور پر واضح فرمایا یہاں تک کہ آپ نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی قبر تک دکھادی (دیکھو مسیح ہندوستان میں اور دیگر کتب حضرت مسیح موعودؑ) آپ نے ہمدردی سے سمجھایا کہ اے قوم مسیحی جو کہ مسیح علیہ السلام کی محبت کا دعوے کرتی ہے آنکھیں کھول اور دیکھ کہ یہ مسیح علیہ السلام سے محبت نہیں بلکہ دشمنی ہے۔ مسیح اور لعنت۔ کیسی روح میں لرزہ پیدا کرنے والی بات ہے۔ سفیدی کا سیاہی سے کیا تعلق ہے۔ نبوت کا لعنت سے کیا جوڑ ہے۔

تمام اقوام پر عموماً اور ہندو قوم پر خصوصاً آپ کا احسان

آپ کا احسان ہندوؤں پر بھی ہے اور نہ صرف ہندوؤں پر بلکہ جو اصل آپ نے پیش فرمایا اس کی رو سے تمام اقوام عالم پر آپ کا احسان ثابت ہوتا ہے۔ اہلِ اسلام مانتے ہیں کہ تمام صداقتیں قرآن مجید میں درج ہیں۔ لیکن موجودہ زمانے کے لحاظ سے اکثر صداقتوں کا تفصیلی اظہار اور اس کی ترویج و تبلیغ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں مقدر تھی۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانیات میں خدا کی ربوبیت ہر قوم اور ہر ملک کے لئے عام ہے۔ اسی طرح عالم روحانیت میں بھی اس کی ربوبیت عام ہے رب العالمین نے کسی قوم اور ملک کے ساتھ بخل سے کام نہیں لیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ - وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر - وَاِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر۔

قرآن شریف کی روشنی میں آپ نے ہندوستان میں بھی انبیاء اور ہادیوں کو دیکھا اور فرمایا کہ حضرت کرشن اور حضرت رام چندر وغیرہ خدا کے فرستادہ اور انبیاء میں سے تھے آپ نے اپنی جماعت سے ان کو منوایا اور ان پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی۔ کیا ہندوستان کے ہندو لیڈروں جگت گروؤں، مہاتماؤں

سوامیوں اور پنڈتوں میں یہ قدرت تھی کہ مسلمانوں سے اپنے اوتاروں اور رشیوں کی صداقتوں کا اقرار لیں اور نبیوں جیسی عزت او راحترام کا جذبہ دل میں پیدا کرا لیں۔ نہیں۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہندوؤں پر احسان ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشکردہ صداقت اس قدر آشکار ہوگئی کہ غیر احمدی تعلیم یافتہ گروہ بھی حضرت کرشن وغیرہ کو نبی کہنے اور لکھنے لگا ہے۔ اے ہندو قوم! اس محسن کا شکریہ ادا کریں۔ کیا آپ سے پہلے وید کے ساتھ "مقدس" اور کرشن کے ساتھ "علیہ السلام" کسی مسلمان کی قلم اور زبان سے ادا ہوسکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ یہ فرستادگانِ خدا کا ہی کام ہے کہ وہ بلاخوف لومۃ لائم صداقت کا برملا اظہار کیا کرتے ہیں۔

سکھوں پر احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان پنجاب کی ایک مشہور اور بہادر سکھ قوم پر بھی ہے۔ آپ نے ثابت کیا ہے کہ حضرت باوا نانک ایک پاکباز انسان اور سچے ولی اللہ تھے۔ میں ایک بار قادیان جا رہا تھا گاڑی پر مجھے ایک سکھ سردار ملا۔ مجھ سے پوچھا کہ مرزا جی نے آکر کیا کیا؟ میں نے کہا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے جو کام آپ کی قوم کے لئے کیا ہے۔ وہ کام آپ کے سکولوں کے ماسٹر، کالج کے پروفیسر اور آپ کی قوم کے لیڈر نہیں کرسکتے تھے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت باوا نانک کو ولی اللہ ثابت کرکے ان کی عزت مسلمانوں کے دلوں میں بٹھا دی ہے۔ یہ سنکر سردار صاحب خاموش ہوگئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہر فرد انسان پر۔

ممکن ہے کوئی جلد باز انسان اس دعوے کو مبالغہ سمجھے لیکن یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ اور حقیقت ہے۔ کہ آپ نے ہر متنفس انسان پر احسان کیا ہے۔ ایک ایسی چیز جو کہ انسانی زندگی کی غایت ہے جس کے لئے تمام دنیا کے عقلاء، او رحکماء او رعلماء سرگرداں تھے۔ جس کی ضرورت ایک ادنےٰ انسان سے لیکر بڑے سے بڑے شہنشاہ کو بھی ہے۔ وہ حیّ وقیوم خدا ہے۔ اس کا یقینی پتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا۔ دنیا خاموش تھی اور اس حقیقی یگانہ اور زندہ خدا کا پتہ نہ یروشلم میں مل سکتا تھا۔ جہاں کہ ہزاروں انبیاء مبعوث ہوئے اور نہ پارسیوں کے آتشکدہ میں اس کی کوئی جھلک نظر آتی تھی۔ نہ ہندوستان کے منادر میں۔ نہ مصر کے جامعہ ازہر میں نہ آکسفورڈ نہ کیمبرج اور نہ علی گڑھ کی یونیورسٹی میں۔ نہ دیوبند کے مدرسہ میں اس

کا پتہ مل سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خدا کو دکھایا جو کہ آدم، نوح، ابراہیم، موسےٰ، عیسےٰ علیہم السلام اور سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے۔ جو کہ اپنے خاص بندوں سے اب بھی بولتا ہے۔ اور باتیں کرتا ہے جیسا کہ پہلے باتیں کرتا تھا۔ اور اب بھی سنتا ہے۔ جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ اسی لئے آپ فرماتے ہیں سے

آں خدائیکہ از و اہل جہاں بے خبر اند
برمن او جلوہ نمود است اگر اہلی بپذیر

آپ کے علمی احسانات۔

آپ نے قرآن مجید کے ان معارف اور اسرار غامضہ کو بیان فرمایا جس کو باستثنائے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کسی نے آج تک بیان نہیں کیا تھا۔ ان معارف سے یار و اغیار دونوں نے فائدہ حاصل کیا۔ آپ کی آمد سے قبل عام مسلمانوں کو قرآن سے ایسی محبت اور دلچسپی نہیں تھی۔ جیسی اب پیدا ہو گئی ہے اور یہ ان کا احسان ہے۔

مقطعات

قرآن شریف کے حروف مقطعات یہ ایک راز سربستہ تھا۔ جس کو مسئلہ لاینحل سمجھا گیا تھا اور آپ نے ان کے معانی اور معارف کو ظاہر کیا۔

قرآنی قسموں کی فلاسفی سمجھائی

پھر قرآن شریف میں سورج، چاند، ستارے اور دوسری چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں۔ آپ سے پہلے کسی نے ان قسموں کی حقیقت کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ جب آپ نے قرآنی قسموں کی حقیقت کو ظاہر فرمایا۔ تو مخالفین علماء نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا۔ لیکن افسوس کہ اس محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

مولانا ابوالکلام اور مولوی ثناء اللہ کی زلہ ربائیاں

غیر احمدیوں میں سب سے زیادہ قرآن دانی کا دعوےٰ کرنے والے اور قرآن سے استدلال کرنے والے مولوی ابوالکلام آزاد تھے۔ وہ ایک جگہ قسم کی فلاسفی بیان کرتے ہیں کہ گویا خود ان کے کاوش اور فکر

کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے پہلے آئینہ کمالات اسلام و دیگر کتب میں بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ مولوی ابوالکلام البلاغ نمبرہ نمبر۶ نمبر۱۶ جلد ایک میں فخریہ لکھتے ہیں

"قسم کے معنی شہادت کے ہیں اور دلالت کے ہیں۔ وہ ایک شاہد ہے جو کہ اپنے مابعد کے دعوے کے لئے پیش کیا ہے قسم کا مقصد استشہاد ہوتا ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ خدا شاہد ہے ہم نے جھوٹ نہ بولا۔ سورہ والفجر میں هَلْ فِيْ ذَالِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ یعنی انك لرسول الله ۔ اللہ تعالٰے نے ان کی تکذیب کی اور کہا اتخذوا ایمانهم جنة ۔ خدا تعالٰے نے خود ہی شہادت کو قسم سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن چونکہ عوام مفسرین و متاخرین نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا۔ اس لئے وہ اس دھوکہ میں پڑ گئے کہ قسم ان چیزوں کی کھائی جاتی ہے جن میں بڑائی اور عظمت ہو اس لئے تمام قسموں میں صرف عظمت کو ہی تلاش کرتے ہیں۔ امام رازی گو فرماتے ہیں کہ قسم ایک طرح کی دلیل ہے۔ لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوری طرح متاثر نہیں اس لئے غلطی کو شروع کر دیتے ہیں۔"

اسی طرح مولوی ثناء اللہ نے بھی قسم کی فلاسفی کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے اپنی کتاب "تزک اسلام" میں لیا ہے۔

آپ نے دعا کا فلسفہ بیان فرمایا

مسئلہ دعا پر کس قدر اعتراض ہوتے ہیں تو مسلمان کہلانے والے اس کے منکر ہو گئے تھے۔ جناب سر سید جیسے لوگوں نے اس پر اعتراض کئے مگر آپ نے نہ صرف اس کی فلاسفی بیان فرمائی بلکہ مشاہدہ کرادیا اور دکھا دیا کہ یہ دعا ہوتی ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں ؎

اے کہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست ❊ قصہ کوتاہ کن بہ بیں از ما دعائے مستجاب

(برکات الدعاء)

یہ واقعہ ہے کہ آپ کی دعا کے فلسفیانہ مضمون کو آپ کی کتاب ایام الصلح صلے سے لفظ بلفظ و حرف بحرف نقل کر کے ایک شخص قمر الدین نامی نے گجرات کے ایک رسالہ حکمت کے نمبر ۲ میں اپنا کر شائع کیا تھا۔

دوزخ اور جنت کی فلاسفی بیان فرمائی

دوزخ اور جنت کو علماء جس رنگ میں پیش کیا کرتے تھے وہ ایسے تھے کہ جن پر سینکڑوں اعتراض وارد

ہوتے تھے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسانِ عظیم ہے کہ دوزخ اور جنت کی حقیقت ایسی سمجھائی کہ کسی دشمنِ اسلام کو آپ کی پیش کردہ حقیقت کے مقابلہ میں اعتراض کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ اعجاز ہے کہ دوزخ اور جنت کی حقیقت کو قرآن ہی سے پیش کیا ہے۔ اور احادیث نبویہ کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا ہے۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دوزخ اور جنت کے متعلق آپ کے پیش کردہ فلسفہ کا چربہ اتارنے سے بھی نہیں چوکے ہیں۔

فرشتوں کی حقیقت بتاکر اسلامی دنیا پر آپ نے احسان کیا

فرشتوں کی حقیقت پر جو اعتراضات یورپ کے دہریوں نے ہندوستان کے برہموں اور آریوں نے علی گڑھ کے تعلیم یافتہ لوگوں نے کئے ہیں وہ عیاں اور بیاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف فلسفیانہ طور پر فرشتوں کی حقیقت ثابت کی بلکہ مشاہدات سے اور ان کے کاموں کے اثرات سے ان کے وجود کو ثابت فرمایا۔ ہمارے مخالف علماء کہہ سکتے ہیں کہ گو دہریہ طبع لوگ وجود ملائکہ کے منکر ہیں۔ لیکن ہم ان کے وجود کے منکر نہیں۔ فرشتوں کے وجود پر یقین کرنا ہمارے ایمانیات میں سے ہے۔ میں جواب میں کہوں گا بے شک آپ فرشتوں کے قائل ہیں لیکن ایسے فرشتوں کے جن کی طاقت سلب ہو چکی ہے۔ نہ اب وہ کسی کے پاس آ سکتے ہیں اور نہ کسی سے تعلق رکھ سکتے ہیں۔ قیامت تک وحی و الہام سے کروہ اب زمین پر نہیں اتریں گے شیطانی وحی لوہ الف لوگوں کو گمراہ کر سکتی ہے لیکن رشد و ہدایت کا پیغام لانے والے فرشتوں کی کیا مجال ہے جو زمین پر قدم رکھ سکیں وہ تو سنین ماضیہ میں خدا کے نیک بندوں پر وحیاں لاتے لاتے اور پیغامبری کرتے کرتے تھک گئے۔ ان پروں میں اب پرواز کی طاقت نہیں رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہے کہ آپ نے فرشتوں کا ثبوت دلائل یقینی اور مشاہدات عینیہ سے دیا۔ یہ فرشتے اب بھی خدا کے نیک بندوں کے پاس آتے اور ان کو بشارتیں دیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

الہامی کتاب جو دعویٰ کرے اس کی دلیل بھی دے۔

پھر علم کلام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسا اضافہ کیا جو دنیا میں نہیں پایا جاتا تھا وہ یہ کہ

الہامی کتاب وہی ہونی چاہیئے جو خود دعوےٰ کرے اور خود ہی دلیل بھی دے ۔ یہ نہیں کہ دعوےٰ کتاب میں موجود ہو لیکن اس کے دلائل کتاب کے ماننے والے دیں ۔ یا یہ کہ کتاب خود دعوےٰ نہ کرتی ہو لیکن اس کے ماننے والے اس کی طرف دعوےٰ منسوب کریں ۔ اس معیار پر دنیا کا کوئی مذہب اسلام کے مقابل پر نہیں آسکتا ۔ دیکھو "جنگ مقدس" اور دیگر کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس سے فائدہ اٹھایا ۔

اور تو اور مولوی ثناء اللہ صاحب جیسا مخالف بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس استدلال سے فائدہ اٹھاتا ہے ۔ غیر مسلموں کے مقابل میں جب آتے ہیں تو اسی حربہ کو استعمال کرتے ہیں چنانچہ اپنے رسالہ "الہامی کتاب" کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں ۔

"الہامی کتاب کے لئے میرے لئے ضروری ہے کہ جس کتاب کو ہم الہامی کہیں اس نے خود بھی دعوےٰ کیا ہو اس کے ماننے والے یا دوسرے لفظوں میں ملہم کے بھی حالات معلوم ہوں ۔ پس کون نہیں جانتا کہ جب تک مدعی دعوےٰ نہ کرے گواہ کسی کام کا نہیں ۔"

پھر صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں : "قرآن وید اور بائیبل کی طرح چپ چاپ نہیں کہ معتقدین بقول شخصے پیراں نے پرند مریداں مے پرانند"

پھر اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک شعر نقل کرتے ہیں ؎

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

عرش کو غیر مخلوق ثابت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی دنیا پر احسان کیا ۔

ہمارے مخالف علماء سونے چاندی جواہرات سے مرصع عرش معتقدین کے سامنے پیش کر کے اپنے بیان کی داد لیا کرتے تھے ۔ اس طرح طول عرض اور عمق کے ابعادِ ثلاثہ والے مادی عرش پر اس قدر اعتراضات کے حملے ہوئے کہ اس کے پائے ہل گئے ۔ ان اعتراضوں کی حقیقت اور مسکت جواب ہمارے مخالف علماء کے پاس نہیں تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ احسان ہے کہ آپ نے عرش کا غیر مادی اور غیر مخلوق ہونا ثابت کر کے مخالفین اسلام کی زبان بند کر دی ۔ اب مناظر اسلام کو مناظرہ مباحثہ میں اسی عرش کا پایہ پکڑ کر

پناہ لینی پڑتی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیش کردہ عرش عظیم ہے۔ ہمارے مخالف علماء کو مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے مدد سے کر آریوں، عیسائیوں سے مناظرہ کر کے عوام میں نام پیدا کرنے کا بھی شوق ہے۔ اور دوسری طرف آپ کی مخالفت کر کے دنیا کمانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے بعض اوقات ان کی پوزیشن قابل رحم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ایک موقعہ پر اپنی پوزیشن سنبھالنی مشکل ہو گئی جبکہ وہ اہلحدیث طبقہ کے ان علماء کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ جو ان کو کافر کہتے ہیں اپنا مفاد سمجھتے تھے۔ ان علماء کو اپنی مدافعت میں جواب دیتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں

"افسوس ہے کہ اگر آپ کے نزدیک عرش کے مخلوق ہونے کا ثبوت ایسا ہی قطعی ہے تو آپ مرزا صاحب قادیانی کو وہ کیوں نہیں دکھاتے کہ جس نے اشتہار دیا ہوا ہے کہ جو مجھ کو عرش کا جسم ہونا ثابت کرے ایک ہزار روپیہ مجھ سے انعام لے۔ کیا میں ہی آپ کے پنجۂ مشق کا مورد ہوں۔" (الکلام المبین ص۲۲)

عربی زبان اُم الالسنہ ہے۔

قدامت زبان اور الہامی زبان کی بحث میں مخالف علماء، آریوں کے مقابلہ سے پہلو بچا کر اپنی کمزوری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربی زبان کا ام الالسنہ ہونا ثابت کیا۔ چونکہ حضور اقدس کی کتاب "منن الرحمٰن" ابھی شائع نہیں ہوئی تھی اس لئے آریوں سے بحث کرنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی ایسی ہی تمام ہوئی جس سے بری ہونا ممکن نہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب آریوں کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"آگے آپ نے جو عربی زبان کے متعلق طول طویل تقریر کی ہے میرے مضمون سے خارج ہے اس لئے اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں سمجھتا اس کا جواب دیکھنا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ملاحظہ کریں۔" (ص۱۷)

بحیثیت حکم و عدل مسائل مختلفہ کا بہترین فیصلہ

مختلف مسائل کو حل کرنے کا جو معیار آپ نے پیش کیا ہے اس معیار پر عمل کرنے سے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ آپ نے قرآن شریف کو قاضی اور حکم قرار دیا ہے اور سنت۔ تعامل اور احادیث کو اس کے تائیدی گواہ (دیکھو ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی) اس اصل کے ماتحت وفات مسیح کے جھگڑے نزدیک

دجال، یاجوج ماجوج، مسئلہ نبوت۔ خلافت۔ شیعہ سنی، مقلد غیر مقلد کے اختلافات حل ہو جاتے ہیں۔

زبان اردو پر آپ کا احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زبان اردو پر بھی احسان کیا ہے۔ اور ایسے الفاظ داخل فرمائے ہیں۔ جن کو اردو دنیا آپ سے پہلے استعمال نہیں کرتی تھی۔ جیسا کہ زندہ خدا۔ زندہ رسول۔ زندہ کتاب۔ زندہ زبان۔ زندہ مذہب وغیرہ بیسیوں ایسے الفاظ ہیں۔ جن کو کسی کتاب میں نہیں پاؤ گے۔ لیکن اب مخالفین بھی اس کو استعمال کرنے لگے ہیں۔

بڑے بڑے زبان دان آپ کا تتبع کرتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی نوح میں ایک عبارت تحریر فرماتے ہیں۔ جس کا مفہوم اس طرح پر ہے کہ تمہارے اندر سے ایمان اس طرح پرواز کر گیا جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے۔ میں اس ٹوہ میں لگا رہا کہ دیکھوں کسی نے اس محاورہ کو آپ کی تتبع میں استعمال کیا ہے یا نہیں۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ میری نگاہ ابو الکلام صاحب کے البلاغ جلد ۱ نمبر ۲ پر پڑی جس میں آپ اراکین علی گڑھ کالج کو انہی الفاظ میں توبیخ فرماتے ہیں:۔

"مگر افسوس تمہارے دل سے خوف خدا اس طرح نکل گیا جس طرح کبوتر اپنے گھونسلے سے نکل جاتا ہے۔"

اسی طرح یہ محاورہ اردو کے اخبار جو اس زمانہ میں کلکتہ سے نکلتا تھا استعمال کیا گیا ہے۔ اردو زبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ زندہ ہو گئی ہے۔ اب دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو اسے مٹا سکے۔ آپ کے اکثر الہامات اردو میں ہیں۔ آپ نے اکثر کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات اردو میں ہیں اور خدا تعالے نے احمدیت کی ترقی مقدر کر رکھی ہے۔ تو احمدیت کے ساتھ ساتھ اردو کی ترقی بھی لازمی ہے۔

اسلام کی حقیقت

"صبر اور استقامت کے ساتھ تمام راستبازی کی راہوں کو پورا کرنا اور پاک اور بے لوث زندگی اختیار کرنا ہی اسلام کی جڑ اور حقیقت ہے۔"

(ست بچن)

ابتلاؤں کے دور میں
جماعت مومنین کا کردار

—— (مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم سیکرٹری مجلس نصرت جہاں) ——

قرآن کریم جس کی صفت میں خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّ بُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ (نحل آیت ۹۰)

یعنی ہم نے یہ کتاب ہر ایک بات کھول کر بیان کرنے کے لئے اور تمام لوگوں کی راہنمائی کے لئے اور ان پر رحمت کرنے اور کامل فرمانبرداری اختیار کرنے والوں کو بشارت دینے کے لئے اتاری ہے۔

اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا (بنی اسرائیل آیت ۱۳)

اور ہم نے ہر ایک چیز کو خوب کھول کر بیان کر دیا ہے۔

جب ہم اس کامل ہدایت پر غور کرتے ہیں تو اس میں ابتلاؤں کے دور میں جماعت مومنین کا کردار بتایا گیا ہے اور وہ بھی خوب وضاحت سے اور متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ الٰہی سلسلوں کو، خدائی جماعتوں اور مومنین کے گروہ میں داخل ہونے والوں کو ابتلاؤں کے دور میں کیوں گزرنا پڑتا ہے نیز یہ کہ ابتلاؤں کا آنا ضروری اور لابدی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۔ (عنکبوت آیت ۳، ۴)

کیا (اس زمانہ کے) لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہوگا اور وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔ حالانکہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان کو ہم نے آزمایا تھا سو اللہ ظاہر کر دے گا ان کو بھی جنہوں نے سچ

بولا اور انکو بھی جنہوں نے جھوٹ بولا۔

یعنی ابتلاؤں کا آنا جماعت مومنین میں سے مخلصین اور صادقین کو جھوٹے اور ایمان کی ملمع سازی کرنے والوں سے ممتاز اور علیحدہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ خالق فطرت ہے اور اس کے علم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ٥ (حج آیت ۱۲)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کی عبادت صرف بد دلی سے کرتے ہیں پس اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچ جائے تو وہ اس عبادت پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اپنے منہ کی سیدھ لوٹ جاتے ہیں وہ دنیا میں بھی گھاٹے میں پڑتے ہیں اور آخرت میں بھی اور یہی کھلا کھلا گھاٹا ہے۔

یعنی اس قسم کے لوگوں کا ایمان اور جماعت مومنین میں داخل ہونا اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے حصول کے لئے نہیں ہوتا جہاں سود و زیاں سے بالا ہو کر دکھ اور سکھ سے بے پروا ہو کر ایک حقیقی مومن حلاوت ایمانی سے لذت پاتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ان لوگوں کا ایمان نفسانی اغراض اور دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔ اگر یہ مقصود و مطلوب پورا ہوا تو وہ ایمان کے بلند بانگ دعاوی میں سب سے پیش پیش۔ مگر جہاں ایک بھی کڑوی قاش آئی اور معمولی سی تکلیف سے بھی دوچار ہوئے تو حقیقت ایمان طشت ازبام ہو گئی اور وہ

كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا (بقرہ آیت ۲۱)

جب بھی وہ ان پر چمکتی ہے تو وہ اس کی روشنی میں چلنے لگتے ہیں۔ اور جب ان پر اندھیرا کر دیتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ یعنی آسائش و آرام ترقی و کامیابی ہو تو ذرونا نتبعکم (فتح ۱۶) ہم کو اجازت دو کہ ہم تمہارے پیچھے چلیں کہتے ہیں۔ الم نکن معکم (نساء ۱۴۲) کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے کہہ کر اس میں حصہ دار بنتے ہیں۔ لیکن جب تکالیف اور آزمائش کا دور ہو یا جیسے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

دل تپ چڑھا ہے دشمنانِ دین کا ہم پر رات ہے

کی کیفیت ہو تو کہتے ہیں۔ قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ (توبہ آیت ۵۰)

کہ ہم نے تو پہلے ہی سے اپنے پیش آنے والے دنوں کا انتظام کر لیا تھا اور وہ خوشی کے مارے پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں۔ اور جہاد کا وقت ہو تو اِئْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ (توبہ آیت ۴۹) کہ ہمیں پیچھے رہنے دیجئے اور ہم کو جنگ پر جانے کی آزمائش میں نہ ڈالیئے کی فریاد کرتے ہیں۔

ابتلاؤں اور آزمائشوں میں کچے دھاگے ثابت ہونے والے لوگوں کی حالت کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ عنکبوت آیت ۱۱ میں ان الفاظ میں اظہار فرمایا ہے کہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ

اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر جب اللہ کی وجہ سے ان کو تکلیف دی جاتی ہے۔ وہ لوگوں کے عذاب کو اللہ کے عذاب کی طرح سمجھ لیتے ہیں۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے مدد آتی ہے تو وہ کہتے ہیں درحقیقت ہم ہی تمہارے ساتھ تھے۔ کیا دنیا کے لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اس کو اللہ اچھی طرح نہیں جانتا۔

اور اگلی آیت میں فرمایا ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ضرور ظاہر کر دے گا ان کو بھی جو ایمان لائے۔ اور ان کو بھی جو منافق ہیں۔

پس ابتلاؤں کے دور میں کمزوری دکھلانے والے اور مخالفین صداقت کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے لغزش کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے منافقین قرار دیتا ہے۔ اور منافقین کی سزا قرآن کریم میں اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کے شدید تحریری الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کے متعلق فرمایا ہے کہ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ کہ جنت شدائد و مصائب کی چکی میں پس کر ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرہ ۲۱۵)

کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اس کے کہ تم پر ابھی ان لوگوں کی سی تکلیف کی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ انہیں تنگی بھی پہنچی اور تکلیف بھی اور انہیں خوب خوف دلایا گیا تاکہ (اس وقت کا) رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان لانے والے کہہ اٹھیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ یاد رکھو اللہ کی مدد یقیناً قریب ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں ان ابتلاؤں کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانوں پر آنے والے تھے۔ چونکہ اس سے پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ جب دنیا پر ضلالت چھا جاتی ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی آتا ہے۔ جس کی لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ اس لئے اب فرماتا ہے کہ تم یہ مت سمجھو کہ بغیر ابتلاؤں کے تم ترقی کر جاؤ گے۔ تمہاری ترقی ابتلاؤں کے آنے پر ہی موقوف ہے۔ جیسا کہ پہلوں کی ترقی کا باعث بھی ابتلا ہی ہوتے۔..... انہیں مالی مشکلات بھی پیش آئیں اور جانی بھی اور وہ سر سے پاؤں تک ہلا دیئے گئے اور ان پر اس قدر ابتلا آئے کہ آخر اس وقت کے رسول اور مومنوں کو دعا کی تحریک پیدا ہو گئی اور وہ پکار اٹھے کہ اے خدا تیری مدد کہاں ہے..... اور ابتلاؤں کی بڑی غرض بھی یہی ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو۔ جب مومنوں کو دعا کی تحریک ہوتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ آسمان سے اپنی نصرت نازل فرما دیتا ہے..... اور ان کے مصائب کا خاتمہ کر دیتا ہے..... اور یہ تحریک ہم نے خود کروائی تاکہ ایک طرف ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے۔ اور دوسری طرف جب اللہ تعالیٰ کی نصرت معجزانہ طور پر آئے تو ان کے ایمان بڑھیں اور کفار میں سے جو غور کرنے والے ہوں۔ انہیں ہدایت حاصل ہو۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ جب یہ غرض پوری ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ لو اب ہماری مدد آ گئی۔ ابتلاؤں کے متعلق یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ انسان کی ہمت دیکھ کر ابتلا ڈالتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ ایسے ابتلا انسان پر ڈالے جو کہ برداشت کرنے کی اس میں طاقت نہ ہو۔ ہاں انسان ایسے ابتلاؤں میں ضرور ڈالا جاتا ہے جن کے متعلق وہ غلطی سے یہ خیال کر لیتا ہے کہ میں انکو برداشت نہیں کر سکوں گا۔ لیکن اس کا یہ خیال درست نہیں ہوتا۔ وہ انکو برداشت کرنے کی طاقت

رکھتا ہے ..... غرض ابتلاء کے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان کو اپنی حالت کا پتہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی جان کس قدر تکلیف اٹھا سکتی ہے اور دوسرے اس میں آگے قدم بڑھانے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ ان ابتلاؤں کا آنا ایسا ضروری ہے کہ نبیوں کی کوئی جماعت ایسی نہیں ہوئی جس پر ابتلاء نہ آئے ہوں..... "

(تفسیر سورۃ البقرہ ص۴۶۷-۴۶۸)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مندرجہ بالا استدلال اور تفسیر ان ملفوظات کے عین مطابق ہیں جو سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید ولدِ آدم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً بیان فرمائے۔

ابتلاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

" قرآن شریف سے صاف پایا جاتا ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ابتلاء آویں جیسے فرمایا۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ..... اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہوتا ہے۔ جو وہ انسان کو بعض اوقات ابتلاء میں ڈال دیتا ہے۔ اس سے اس کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں ..... جس شخص کو خدا پر یقین نہیں ہوتا۔ وہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر گھبرا جاتے ہیں ..... مگر انسان کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر اس قسم کے ابتلاء آویں تاکہ اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین بڑھے۔" (الحکم جلد ۶ نمبر ۵ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۰۲ء)

" امتحان یا آزمائش سے اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ تا حقائقِ مخفیہ کا اظہار ہو جائے۔ اور شخص زیرِ امتحان پر اس کی حقیقتِ ایمان منکشف ہو کر اسے معلوم ہو جائے۔ کہ وہ کہاں تک اللہ کے ساتھ اخلاص و وفا رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی دوسرے لوگوں کو اسکی خوبیوں پر اطلاع ملے ..... یہ ضروری ہے کہ آدمی کی ایمانی کیفیتوں کے اظہار کے لئے اس پر ابتلاء آویں اور وہ امتحان کی چکی میں پیسا جاوے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اند (الحکم جلد ۷ ص ۱-۷)

" خدا کی محبت یہی ہے کہ ابتلاء میں ڈالتا ہے اور اس سے اپنے بندے کی عظمت ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً کسریٰ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کا حکم نہ دیتا تو یہ معجزہ

کہ ڈاسی رات مارا گیا کیسے ظاہر ہوتا اور اگر مکہ والے لوگ آپ کو نہ نکالتے تو اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کی آواز کیسے سنائی دیتی۔ ہر ایک معجزہ ابتلاء سے وابستہ ہے غفلت اور عیاشی کی زندگی کو خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کامیابی پر کامیابی ہو تو تضرع اور ابتہال کا رشتہ تو بالکل رہتا ہی نہیں ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ اسی کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ دردناک حالتیں پیدا ہوں" (البدر جلد ۲ نمبر ۱۰ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۰۳ء)

ابتلاؤں کے دور میں مومنوں کا کردار وہی ہونا چاہیئے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے چاہتا ہے اور جس کا عملی نمونہ انبیاء اور ان کے حقیقی متبعین بالخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے دکھایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (بقرہ آیت ۴۶) اور صبر اور دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ صبر کے معنے ہیں بدیوں سے رکتے رہنا اور نیکیوں پر ثابت قدم رہنا۔ خدا تعالیٰ کے راستہ میں تکلیف پر جزع فزع نہ کرنا۔ صبر سے یہ مراد نہیں کہ انسان کو غم نہ ہو۔ بلکہ صبر سے مراد یہ ہے کہ ایسا غم نہ ہو جس سے حواس جاتے رہیں۔ اور عقل اور قوتِ عملیہ باطل ہو جائے۔ یہ کیسی اعلیٰ درجہ کی فطرت انسانی کے مطابق تعلیم ہے۔ نہ غم سے روکا کہ وہ فطرتی امر ہے۔ نہ جزع فزع اور کام چھوڑ دینے کی اجازت دی کہ یہ بزدلی اور کم ہمتی کی علامت ہے۔ پس ابتلاؤں میں اللہ تعالیٰ استقامت چاہتا ہے کہ مصیبت پر مصیبت آئے مگر مومن کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور وفا اور اس کے اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب میں اس کا قدم آگے بڑھے۔ جیسے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

صادق آں باشد کہ ایامِ بلا ÷ مے گزارد با محبت با وفا
گر قضا را عاشقے گردد اسیر ÷ بوسد آں زنجیر را کز آشنا

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ؎

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے ÷ اس راہ میں جان کی کیا پروا جاتی ہے اگر تو جانے دو
تم دیکھو گے کہ انہیں میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے ÷ بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو
صادق ہے اگر تو صدق دکھا قربانی کر ہر خواہش کی ÷ ہیں جنس وفا کے ناپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو
جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے ÷ پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو
جو سچے مومن بن جاتے ہیں موت بھی ان سے ڈرتی ہے ÷ تم سچے مومن بن جاؤ اور خوف کو پاس نہ آنے دو

(باقی)

اُم المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

(از قلم جناب مولوی بشارت احمد صاحب بشیر قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب شاہانِ عرب و عجم کو اسلام کی دعوت دی تو حضورؐ نے قبطی قوم کے عظیم راہنما مقوقس والئ مصر کو بھی ایک خط لکھا۔ مقوقس نے حضورؐ کے خط کا بہت احترام کیا اور خیر سگالی کے طور پر خط کے جواب کے ساتھ قبطی قوم کی عالی نسب دو لڑکیاں بھی تحفتاً بھجوائیں۔ ایک ان میں سے حضرت ماریہؓ تھیں۔ جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ماریہ کے بطن سے حضورؐ کے فرزند ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے جو کم سنی میں ہی وفات پا گئے۔ انہی کے متعلق حضورؐ نے فرمایا تھا۔ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا۔

حضرت ماریہؓ کی ازدواجی حیثیت کے متعلق بعض غیر محتاط مسلم مؤرخین نے نادانستہ اور غیر مسلم مؤرخین نے دانستہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اور کنیز تھیں اور آپ کی حیثیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات سے کم تر تھی۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماریہ کی حیثیت ایک کنیز کی ہرگز نہ تھی بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے باقاعدہ نکاح فرما کر آپ کو ازواج مطہرات میں شامل فرمایا تھا۔ قبل اس کے کہ تاریخی واقعات کی چھان بین کی جائے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف سے اس کا حل تلاش کیا جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ
وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ ۔ ۔ ۔ ۔ وَكَانَ اللَّهُ
غَفُورًا رَّحِيمًا (الاحزاب آیت ۵۱)

ترجمہ۔ اے نبی تیری موجودہ بیویوں میں سے وہ جن کو تو نے ان کا حق مہر ادا کر دیا ہے۔ ہم نے تیرے لئے حلال کر دی ہیں۔ اسی طرح آئندہ کے لئے وہ عورتیں جن کے مالک تیرے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں جن کو اللہ تیرے قبضہ میں جنگ کے بعد لایا ہے۔ اور اسی طرح تیرے چچے کی بیٹیاں اور تیری پھوپھی کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں۔ جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور ایسی مومن عورت بھی جس

نے اپنی جان کو نبی کے لئے ہبہ کر دیا بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کا ارادہ کرے۔ یہ حکم خاص تیرے لئے ہے باقی مومنوں کے لئے نہیں۔ ہم اس کو جو ہم نے ان (مسلمانوں) پر ان کی بیویوں کے متعلق اور ان کی لونڈیوں کے متعلق فرض کیا ہے خوب جانتے ہیں تاکہ تجھ پر کوئی ناواجب قید نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔"

(ترجمہ از تفسیر صغیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ)

قرآن مجید کی اس محولہ بالا آیت کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو علاوہ ان بیویوں کے جو ہجرِ مدینہ سے قبل حضورؐ کے عقدِ زوجیت میں تھیں صرف تین قسم کی عورتوں سے شادی کرنے کی خدا تعالیٰ نے اجازت دی۔

اوّل۔ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۔ یعنی وہ عورتیں جو جنگ میں قید ہو کر آئیں۔
دوم۔ اَلّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۔ وہ عورتیں جو آپ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر کے آئیں۔
سوم۔ اِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا ۔ وہ عورت جو اپنے کو نبی کے لئے ہبہ کرے۔

قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ حضرت ماریہؓ کی حیثیت مندرجہ بالا تینوں قسم کی عورتوں سے مختلف ہے اور چونکہ وہ کسی جنگ میں اسیر ہو کر نہیں آئی تھیں اس لئے ان کی آزاد حیثیت برقرار تھی اور وہ ملکِ یمین قرار نہیں پا سکتی تھیں۔ حضور کی ازواج میں سے حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ریحانہؓ جنگوں کے نتیجہ میں اسیر ہو کر آئی تھیں ان پر کنیز ہونے کا شبہ کیا جا سکتا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضورؐ نے ان خواتین سے بھی ان کو آزاد کرنے کے بعد باقاعدہ نکاح فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی کے مصنف نے لکھا ہے۔

۲۔ جن محدثین نے روایات کی اچھی طرح چھان بین کی ہے۔ انہوں نے حضرت ماریہ کے ساتھ لفظ کنیز کے استعمال سے احتراز کیا ہے اور حضرت ماریہ کو ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل کیا ہے۔　　　(تاریخ یعقوبی جلد دوم ص۶۸)

۳۔ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو شروع سے ہی پردہ کروایا۔ (زرقانی جلد ۲ ص۲۷۲) اور یہ امر مسلمہ فقہی مسئلہ ہے کہ پردہ صرف آزاد عورت ہی کر سکتی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے بعد حضرت صفیہؓ بنت حُیَی سے عقد فرمایا۔ تو حضور نے انہیں پردہ کروایا اور صحابہ میں یہ چہ میگوئیاں ہوئیں

کہ حضرت صفیہ کی حیثیت ملکِ یمین کی نہیں بلکہ آزاد عورت کی ہے۔ تبھی حضور نے ان سے پردہ کروایا۔ (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۵۶، صفحہ ۲۵۷)

۴۔ مقوقس والی مصر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کے جواب میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لمحمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم القبط سلامٌ علیک اما بعد فقد قرأت کتابک وفهمت ما ذکرت فیہ و ما تدعوا الیہ وقد علمتُ ان نبیًا قد بقی وکنتُ اظنُّ ان یخرج من الشام وقد اکرمتُ رسولک وبعثتُ الیک بجاریتین لهما فی القبط مکان واهدیتُ الیک کسوةً و بغلةً ترکبها۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد بن عبد اللہ کے نام قبطیوں کے رئیس مقوقس کی طرف سے ہے۔ سلام علیک۔ میں نے آپ کا خط پڑھا اور آپ کے مفہوم کو سمجھا اور آپ کی دعوت پر غور کیا۔ میں یہ ضرور جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے مگر میرا خیال تھا کہ وہ شام میں پیدا ہوگا۔ میں آپ کے سفیر کے ساتھ عزت کے ساتھ پیش آیا ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں دو لڑکیاں بھجوا رہا ہوں جنہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل ہے۔ اسی طرح کچھ پارچات اور آپ کی سواری کے لئے ایک خچر۔

(سیرت خاتم النبیین حصہ دوم)

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت متاثر تھا اور اس نے حضور کی تکریم کے اظہار کے طور پر انتہائی اعلیٰ خاندان کی لڑکیوں کا انتخاب کر کے حضور کی خدمت میں بھجوایا تھا۔ نہ کہ غلاموں کی مارکیٹ سے خرید کر۔ ایسے خاندانوں کی خواتین سوائے جنگ کی صورت کے غلام بننے پر رضامند نہیں ہو سکتیں۔

۵۔ حضرت ماریہ کے بطن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جو فرزند پیدا ہوا۔ وہ بڑا عظیم المرتبت تھا۔ ان کی وفات پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لو عاش ابراهیم لکان صدیقاً نبیاً۔ (رواہ ابن ماجہ) کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ایک صدیق نبی ہوتا۔ اور علامہ احمد شہاب الدین ابن حجر الہیثمی المکی نے اپنی کتاب الفتاوی الحدیثیہ میں حضرت علیؓ سے جو روایت درج کی ہے اس میں تو حضرت ابراہیم کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں اما واللّٰہ انّہ لنبیٌّ ابنُ نبیٍّ (الفتاوی الحدیثیہ صفحہ ۱۵۰ طبع اولیٰ) کہ خدا کی قسم! یہ تو نبی ابن نبی ہے۔

[illegible] کسی طور پر بھی رانڈ رہنا سنت انبیاء کے خلاف ہے۔ انبیاء حسباً و نسباً اعلیٰ

خاندانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ تا دشمن ان پر اس طور کا طعن نہ کر سکے۔ ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب کے متعلق پوچھا تھا کیف نسبہ کہ آپ کا خاندان کیسا ہے۔ تو ابوسفیان نے جواباً کہا ھو فینا ذو نسب کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے۔ اور ہرقل نے کہا تھا وکذالک الرسل تبعث فی نسب قومھا کہ تمام رسول قوم کے اعلیٰ گھرانوں میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ (بخاری) اگر ماریہ کی حیثیت ایک کنیز کی سمجھی جائے۔ تو صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام کے نسب پر طعن آتا ہے۔

۶۔ عربی زبان میں ایک کنیز کو حبالہ عقد میں لانے کے لئے تزوج کا لفظ استعمال نہیں ہوتا تزوج باقاعدہ نکاح کو کہتے ہیں جو ہمیشہ آزاد عورت سے ہوتا ہے۔ حضرت صفیہؓ کے متعلق حدیث میں آتا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتق صفیۃ وتزوجھا (بخاری کتاب النکاح) یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے آپ سے باقاعدہ شادی کر لی۔ اسی قسم کے الفاظ حضرت ماریہ کے متعلق بھی آتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ماریہ بھی آزاد عورت تھیں۔ چنانچہ المستدرک للحاکم جلد ۴ ص۳۸ میں آتا ہے۔

ثم تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماریۃ بنت شمعون وھی التی اھداھا الی رسول اللہ المقوقس صاحب الاسکندریۃ

کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ماریہ بنت شمعون سے باقاعدہ شادی کر لی۔ جسے اسکندریہ کے والی مقوقس نے رسول اللہ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا۔

بعض شبہات کا ازالہ۔

کتب آثار وسیر میں مذکور ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْتَقَھَا وَلَدُھَا کہ ماریہ کو اس کے بیٹے نے آزاد کر دیا۔ یعنی حضرت ابراہیم کی پیدائش سے حضرت ماریہ ایک کنیز کی بجائے ام ولد قرار پائیں۔ حسب حدیث ایما امرأۃ ولدت من سیدھا فانھا حُرَّۃٌ اِذَا مَاتَ کہ جب کسی کنیز کے ہاں اس کے مالک سے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے مالک کی وفات کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔

ان ہر دو روایات پر قاضی ابن الرشد قرطبی تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وکلا الحدیثین لایثبت عند اھل الحدیث (بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد جزثانی ص۳۹۳) کہ مذکورہ دونوں احادیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔

۷۔ بعض مورخین کو لفظ جاریہ سے دھوکا لگا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جاریہ صرف لونڈیوں کے لئے استعمال

ہوتا ہے آزاد عورت کے لئے نہیں۔ یہ بات صحیح نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے متعلق واقعہ افک کے ذکر میں فرماتی ہیں۔ وانا جاریة حدیثة السن (بخاری) کہ میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی۔ لہذا ثابت ہوا کہ جاریہ کا استعمال آزاد اور غلام دونوں کے لئے ہے۔

۳۔ بعض مسلمان مورخین کو ماریہ نام سے بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے علاوہ ماریہ نام کی دو خادمائیں آنحضرت ؐ کی خدمت گزاری میں رہتی تھیں۔ ایک ماریہ جو جاریة النبی کہلاتی تھی ان کی کنیت ام رباب تھی اور دوسری ماریہ خادمة النبی کہلاتی تھیں۔ یہ مثنیٰ بن صالح بن جہران عمرو بن حریث کی دادی تھیں۔ ان دونوں خادماؤں کے حضرت ماریہ کے ہم نام ہونے کی وجہ سے اقعات میں التباس پیدا ہو گیا

ضروری گزارش اور یاددہانی

سال رواں کا لائحہ عمل قیادت اصلاح و ارشاد مجلس انصار اللہ تمام مجالس انصار اللہ کو ارسال کر دیا گیا تھا اور امید کی جاتی ہے کہ زعماء کرام (زعماء اعلیٰ و زعماء انصار اللہ) نے کام شروع کر دیا ہوگا ماہ جنوری و فروری کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مجالس نے اس طرف بہت کم توجہ دی ہے۔ جن مجالس نے توجہ دی انہوں نے بھی مبہم اور غیر معین رپورٹ ارسال کی ہے۔ رپورٹ کارگزاری میں اعداد و شمار لکھنا ضروری ہیں جس سے کام کی رفتار کا جائزہ لینے میں آسانی ہوتی ہے۔ آپ کی یاددہانی کے لئے ۱۹۷۷ء کا لائحہ عمل قیادت اصلاح و ارشاد درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اور درخواست کی جاتی ہے کہ مخلصانہ کوشش اور دعاؤں سے اس پر عمل کیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

۱۔ ہر رکن انصار اللہ کو اس امر کی تحریک کی جائے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے عقائد کی پختگی کا اہتمام کرے اور انہیں دینی عقائد سے واقف کرانے کے ذرائع مہیا کرے۔

۲۔ ہر رکن انصار اللہ کا فرض ہے کہ مرکز کی طرف سے مہیا کردہ لٹریچر کو اپنے حلقے میں مناسب طور پر تقسیم کرے۔

۳۔ ہر رکن انصار اللہ کو تحریک کی جائے کہ وہ اپنے رشتہ داروں تک محبت و نرمی سے پیغام حق پہنچائے۔

۴۔ اسلامی اخلاق و آداب کی عملی تعلیم و تلقین کا اہتمام کیا جائے۔

دوران سال قیادت اصلاح و ارشاد کے زیر اہتمام ہفتہ اصلاح و ارشاد منایا جائے گا (انشاء اللہ) مرکز اس سلسلہ میں جب ہدایت بھجوائے تو مجالس اپنے اپنے ہاں مناسب رنگ میں ہفتہ اصلاح و ارشاد منائیں۔ تاریخوں اور مضامین کا تعین کر کے بعد میں اطلاع کر دی جائے گی۔ (قائد اصلاح و ارشاد)

تربیتِ اولاد

(ازجناب پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے ربوہ)

(قسط نمبر ۲)

تربیتِ اولاد کس کی ذمہ داری ہے؟

تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں دوسرا سوال جو ہمارے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تربیت اولاد کس کی ذمہ داری ہے؟ —

جہاں تک بحیثیت مجموعی قومی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری کا تعلق ہے۔ ساری قوم اس امر کی ذمہ وار ہے کہ وہ اپنے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیک باتوں کی تلقین و تحریص اور بُری باتوں سے روکنے کا نظام قائم کرے۔ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (اٰل عمران ۱۱۱)

یعنی تم (سب) بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے (فائدہ کے) لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ساری قوم پر اس ذمہ داری کے ڈالنے کے علاوہ قرآن کریم نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ قوم میں علماء کا ایک مخصوص گروہ ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ جن کا دن رات یہی شغل ہو کہ وہ قومی تربیت کے فریضے کو بجالاتے رہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اٰل عمران ۱۰۵)

یعنی تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جس کا کام یہ ہو کہ وہ (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

ساری قوم پر ذمہ واری ڈالنے کے یہ معنے ہیں کہ قوم کی باگ ڈور جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ اس کے ذمہ وار ہیں کہ قوم میں نیک باتوں کی تلقین بُری باتوں سے روکنے اور بھلائی کی طرف دعوت کا مستقل اور مؤثر نظام قائم کریں۔ بالخصوص قوم کے علماء کے ایک مخصوص گروہ کو رات دن اسی کام پر لگا دیں۔ قوم کو جو بھی ذرائع ابلاغ میسر ہوں۔ ان سب کو اس کام کا وسیلہ بنایا جائے۔ لیکن جہاں تک تربیت اولاد کا تعلق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ذمہ واری والدین پر ڈالی ہے۔ چنانچہ فرمایا

اَلْمَوْلُوْدُ یُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَ اَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ۔

ہر بچہ فطرت صحیحہ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی یا یہودی صفت۔ مجوسی یا مجوسی صفت۔ عیسائی یا عیسائی صفت بنا دیتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ ..... اَلْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ اَهْلِهَا وَمَسْئُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِهَا۔

یعنی تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اپنی زیر نگرانی افراد یا اشیاء کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اسی طرح عورت اپنے خاوند کے گھر میں نگران ہے۔ اور اپنے زیر نگرانی سب افراد و امور کے متعلق پوچھی جائے گی کہ اس نے ان کے بارہ میں اپنے فرائض کو ادا کیا تھا یا نہیں؟

اسی لئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کو مخاطب کرکے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے نفوس کو نیز اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچائیں۔ یعنی اس بارہ میں تعلیم و تربیت کے ایسے طریقے اختیار کریں کہ وہ اور ان کے اہل و عیال آگ سے بچ جائیں۔ چنانچہ فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (التحریم ۷)

یعنی اے مومنو! اپنی جانوں کو نیز اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے بچاؤ۔

اس کے علاوہ اخلاقی و روحانی آلام و آفات سے حفاظت کرنا خواتین کی خصوصی ذمہ داری ہے اور نیک اور صالح خواتین وہی ہیں جو اس ذمہ واری سے عہدہ برآ ہوتی ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ضمناً ہمیں یہ بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ خواتین کی تعلیم و تربیت شروع سے ہی اس رنگ میں اور اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر کرنی چاہیئے کہ جب وہ بیویاں اور مائیں بنیں تو اپنے مذکورہ فرائض (حفظ امانت)

کو بہترین طور پر بجا لائیں۔ مغربی معاشرہ میں اور مغربیت کے رنگ سے رنگین معاشرہ میں خواتین کو بھی مردوں کی طرح گھر سے باہر رہ کر دنیا کمانے کی ترغیب و تحریص دی جاتی ہے لیکن اسلام نے یہ اصول قائم کیا ہے کہ کمانے کی ذمہ داری مردوں کی ہے۔ اور خواتین کی خصوصی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ گھروں میں رہیں اور تمام امانات کی حفاظت کریں جن میں سب سے مقدم و اولیٰ امانتِ اولاد ہے۔ چونکہ آیت کریمہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ صالح خواتین وہی ہیں جو یہ فریضہ ادا کریں۔ اس لئے جو خواتین اس فریضے کی ادائیگی سے غافل ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن کریم کے نزدیک وہ خواتین صالحات کے زمرہ میں شامل نہیں ہونگی۔

اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ۔ کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

اس کے منجملہ اور معانی کے ایک معنےٰ یہ بھی ہیں کہ جو نقش قدم ایک ماں اپنی اولاد پر چسپاں کرتی ہے وہ اولاد کی زندگیوں میں جنت یا جہنم کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔

گویا اولاد کا جنتی بننا ماں باپ کی تربیت پر موقوف ہے۔ قرآن کریم کے اس حکم نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا احکام میں تربیت اولاد کی ذمہ داری والدین پر ڈالی گئی ہے۔ اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایسا طریق اختیار کریں کہ ان کی اولاد بہترین تربیت حاصل کرے۔ تا وہ اس دنیا میں بھی آلام و امراضِ اخلاقی و روحانی کی آگ سے نیز بعد میں آنے والی زندگی میں بھی اللہ تعالےٰ کے قہر کی آگ سے بچ جائیں۔ اگر والدین اپنا یہ فرض ادا نہیں کرتے۔ اور تربیت اولاد کو اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ اور اس فریضہ سے غفلت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کے سامنے قیامت کے روز وہ جواب دہ ہونگے کہ کیوں انہوں نے اپنے ذمہ اس اہم فریضہ کو ادا نہیں کیا۔

والدین کی مجموعی ذمہ داری کے علاوہ قرآن کریم نے تربیت اولاد کی ذمہ داری بالخصوص جبکہ اولاد چھوٹی عمر کی ہو ماؤں پر ڈالی ہے بلکہ نیک مسلمان خواتین انہی کو قرار دیا ہے جو اپنے خاوندوں کی گھر سے غیبت کی حالت میں جبکہ وہ اپنے بال بچوں کے لئے روزی کمانے و دیگر ذمہ داریوں کی سرانجام دہی کے لئے گھر سے غائب ہوں۔ ان کی تمام امانات کی حفاظت کریں۔ اور ان امانات میں سے مقدم اور قیمتی امانت اولاد ہے۔ جس کی جسمانی۔ اخلاقی و روحانی حفاظت کی ذمہ داری باپ کی غیبت کی حالت میں اللہ تعالےٰ نے ماں پر ڈالی ہے اور نیک صالح خواتین انہی کو قرار دیا ہے۔ جو علاوہ دیگر احکام خداوندی کے بجا لانے کے ان ذمہ داریوں کو بھی ادا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء:۳۵)
یعنی نیک عورتیں وہی ہوتی ہیں جو (اپنے خاوندوں کی) بھی فرمانبردار ہوں اور اللہ کی مدد سے ان کی گھر سے غیبت کی حالت میں ان کی تمام امانات کی حفاظت کریں۔
حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ کے اور بھی معنے ہیں۔ اس جگہ صرف ایک معنی ضرورتِ مضمون کی نسبت سے لیے گئے ہیں۔

پس چونکہ مرد نے ذاتی و قومی ذمہ داریوں کی بجا آوری میں گھر سے باہر بھی رہنا ہوتا ہے۔ اس لئے اولاد کی بالخصوص چھوٹے بچوں کی جسمانی ذہنی آفات و امراض سے بچنا اور اخروی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنت کا وارث بننا ماں کی تربیت کا محتاج ہے۔ پس تربیت اولاد کے لئے قوم کا فرض ہے کہ وہ ایسی مائیں قوم میں مہیا کرے۔ جو اپنی اولاد کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی و روحانی قوتوں کی اس رنگ میں تربیت کریں کہ دونوں جہانوں میں ان کی اولاد کے لئے جنت کی کیفیت و وراثت پیدا ہو جائے۔ پس اگر تربیت کے فن میں ماہر مائیں قوم کو میسر آجائیں تو قوم کے بچوں کی تربیت بہت عمدہ ہو سکتی ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کو یہ توفیق دے کہ وہ تربیت اولاد کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریوں کا کما حقہ احساس کریں اور ان سے عہدہ برآ ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں قوم کی بچیوں کی اس رنگ میں تعلیم و تربیت کرنے کی توفیق دے کہ وہ آئندہ چل کر بہترین مائیں ثابت ہوں اور نئی نسلوں کی تربیت کر سکیں۔
اسی لئے ایک مشہور عالم ہستی کا مقولہ ہے کہ
Give me great mothers and I will give you a great nation
یعنی مجھے اعلیٰ قسم کی تربیت کے فن میں ماہر مائیں مہیا کردو تو میں تمہیں ایک بڑی قوم مہیا کردونگا
اسی طرح انگریزی زبان کا ایک اور مشہور مقولہ ہے کہ
"Mother's lap is the first school for a child"
یعنی ماں کی گود بچہ کا سب سے پہلا مدرسہ ہے۔
پس تربیت اولاد کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی خواتین کی تعلیم و تربیت ایک خاص رنگ میں کرنی ہوگی جس کے بغیر اس مقصد کا حصول بہت ہی مشکل ہے۔
اس زمانے کا نیا علم، علم النفس بھی مندرجہ بالا اقوال کی تائید کرتا ہے کہ بچپن میں جو نقوش بچے کے قلب و ذہن پر پیدا کر دیئے جاتے ہیں ان کا اثر ساری عمر چلتا ہے۔

امتحان انصار اللہ سہ ماہی دوم

سہ ماہی دوم کا امتحان انشاء اللہ العزیز ۲۸ احسان / جون کو ہوگا اس امتحان میں دس منتخبہ احادیث بھی شامل ہیں جن کو معہ ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

۱۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (بخاری) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سچا مومن نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

۲۔ مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یَعْرِفْ حَقَّ کَبِیْرِنَا فَلَیْسَ مِنَّا (ابو داؤد) جو شخص ہم میں سے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہم میں سے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ (ابن ماجہ) اپنی اولاد کی عزت کیا کرو۔ اور ان کی تربیت کو بہترین قالب میں ڈھالنے کی کوشش کیا کرو۔

۴۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ (ترمذی) تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے اور میں اپنے اہل کے ساتھ سلوک کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔

۵۔ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّةِ کَهَاتَیْنِ (ترمذی) میں اور یتیم کی پرورش اور حفاظت کرنے والا جنت میں اس طرح ہونگے جس طرح میری یہ دو انگلیاں (آپ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیاں ملا کر دکھائیں)

۶۔ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ (مسلم) جو شخص تجارت یا دوسرے لین دین میں دھوکا بازی سے کام لیتا ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

۷۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (بخاری) انسان کے جسم میں ایک ایسا گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب وہ اچھا ہو جائے تو تمام جسم اچھا ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ ہوشیار ہو کر سن لو کہ وہ دل ہے۔

۸۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الْمُذْنِبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (ابن ماجہ) گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

۹۔ اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ (ابن ماجہ) مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دیا کرو۔

۱۰۔ شَرُّ الطَّعَامِ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بخاری) بدترین دعوت وہ ہے جس میں امیر لوگ تو بلائے جائیں۔ مگر غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اور جو شخص کسی کی (بالخصوص غریب کی) دعوت ردّ کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔

نوٹ:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری امت کی اصلاح کی غرض سے چالیس حدیثیں حفظ کرلے گا اللہ اسے قیامت کے دن ایک عالم دین اور فقیہہ کی صورت میں کھڑا کرے گا اور میں اس کے لئے خدا کے حضور شفاعت کرنے والا اور اس کے ایمان کا گواہ ہونگا۔ (بیہقی)

کوشش کریں کہ آپ کی مجلس کے سب کے سب انصار اللہ اراکین اس امتحان میں شامل ہوں۔ نیز شامل ہونے والے احباب کی تعداد سے دفتر کو مطلع فرمائیں تا اس کے مطابق پرچے آپ کو بھجوائے جاسکیں

(قائد تعلیم)

اِعْلان

اس سال سہ ماہی دوم اور سوم کے امتحانات کے لئے علی الترتیب "لیکچر سیالکوٹ اور آسمانی فیصلہ" شامل نصاب ہیں۔ یہ کتب خاص اس غرض کے لئے چھپوائی جارہی ہیں تاکہ کتب کے نہ ملنے کی شکایت پیدا نہ ہو۔ براہ کرم اپنی اولین فرصت میں زعماء مجالس انصار اللہ مطلع فرمائیں کہ ان کو ان ہر دو کتب کی کتنی کتنی تعداد درکار ہے۔ تاکہ فوراً ارسال کی جاسکیں۔ امید ہے کہ زعماء مجالس انصار اللہ جلد از جلد اپنی ضرورت سے آگاہ فرمائیں گے۔ یہ کتب مرکزی دفتر سے ایک روپیہ ساٹھ پیسے فی نسخہ کے حساب سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

(قائد تعلیم انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصد ادا کرنے والی مجالس انصار اللہ
(قسط نمبر ۱)

جن مجالس انصار اللہ نے اپنا ۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصد ادا کر دیا ہے۔ ان مجالس کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

ضلع لائل پور
۱۔ جڑانوالہ
۲۔ چک ۶۱/ر ب بیریانوالہ
۳۔ چک ۶۰/ر ب کھیم سنگھ والا
۴۔ سمندری
۵۔ چک ۱۳۹/ر ب گھمی
۶۔ " ۱۳۳/گ ب جوگندر سنگھ
۷۔ " ۸۹/ج ب رتن

ضلع شیخوپورہ
۱۔ واربرٹن
۲۔ چک ۱۱۷ چھور

اضلاع لاہور و قصور
۱۔ بھائی پھیرو

ضلع جھنگ
۱۔ لولہ شریف

ضلع سیالکوٹ
۱۔ بھوڈی ملیاں
۲۔ پسرور
۳۔ ترسکہ سیاں

ضلع گوجرانوالہ
۱۔ دولو والی
۲۔ پنڈی بھٹیاں

ضلع سرگودھا
۱۔ چک ۸۸ شمالی
۲۔ سلانوالی

ضلع گجرات
۱۔ کنجاہ

آزاد کشمیر
۱۔ نیو میرپور

ضلع ملتان
۱۔ شتاب گڑھ
۲۔ چک ۵ درکھانہ

ضلع مظفرگڑھ
۱۔ چک ۲۳۶/T.D.A

ضلع نواب شاہ
۱۔ مورو
۲۔ بھریا روڈ

ضلع تھرپارکر
۱۔ چک ۲۷۰/A کاچیلو
۲۔ ڈگری ۳۔ کریم نگر فارم

ضلع لاڑکانہ
۱۔ کھنڈ

ضلع سکھر
۱۔ شکارپور

اللہ تعالیٰ ان مجالس کے عہدہ داران اور اراکین پر اپنا فضل نازل فرمائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں

چندہ دینے والے اصحاب

قسط نمبر ۸

مندرجہ ذیل احباب نے ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں ادا فرمائی ہے۔ جزاھم اللہ تعالےٰ۔ انشاء اللہ تعالےٰ ان احباب کے اسماءِ گرامی گیسٹ ہاؤس کی سنگ مرمر کی یادگار تختی پر کندہ کرائے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ان سب حضرات کے اموال میں برکت ڈالے اور اپنے فضلوں سے نوازے آمین۔

۱۔ مکرم کیپٹن ڈاکٹر سید محمد جی صاحب ریٹائرڈ ہیلتھ آفیسر راولپنڈی ۔۔ ۔ ۳۰۰ روپے

۲۔ مکرم الحاج محمد شفیع صاحب ہاشمی مسعود آباد کراچی منجانب حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۳۔ مکرم چوہدری غلام محمد صاحب مرحوم پھیبیاں ہوشیار پور والد چوہدری عبدالحمید صاحب مسعود آباد کراچی ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۴۔ مکرمہ رانی صاحبہ مرحومہ پھیبیاں ہوشیار پور والدہ چوہدری عبدالحمید صاحب مسعود آباد کراچی ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۵۔ مکرم شیخ نصیر الدین صاحب مرحوم والد شیخ نثار احمد صاحب دستگیر کالونی کراچی ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۶۔ مکرمہ کریم بی بی صاحبہ مرحومہ والدہ " " " " " ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۷۔ مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید مغلپورہ لاہور ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۸۔ " فضل الرحمٰن صاحب بسمل بی۔ اے بی ٹی سابق امیر جماعت احمدیہ بھیرہ حال ربوہ ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۹۔ " چوہدری مقبول احمد صاحب کاہلوں باندھی ضلع نواب شاہ ۔۔ ۔ ۳۰۰ "

۱۰۔ " ڈاکٹر محمد شفیق صاحب ملتان ۔۔ ۳۰۰ "

۱۱۔ " ملک نصیر احمد صاحب ساہیوال شہر ۳۰۰ "

دیگر احباب بھی اس کارِ خیر میں شامل ہو سکتے ہیں۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے لئے نئے قائد اشاعت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے صدر محترم صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مکرم سید عبد الحی شاہ صاحب کو ۳۱ فتح/دسمبر ۱۳۵۶ ہش / ۱۹۷۷ تک کے لئے قائد اشاعت و ایڈیٹر ماہنامہ "انصار اللہ" مقرر فرمایا ہے۔ دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مکرم شاہ صاحب کو دینی رنگ میں خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

پنشنر صاحبان خدمت دین کے لئے اپنے آپکو پیش کریں

—(مکرم مولانا سید احمد علی شاہ صاحب قائد تجنید انصار اللہ مرکزیہ)—

اسلام نے بچپن سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک کسی شخص کو بھی بے کار رہنے نہیں دیا۔ بلکہ ہر عمر کے لحاظ سے ایسے احکام دیئے ہیں۔ جن پر عمل کیا اور کرایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ننھا بچہ اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ کوئی اس سے بات کرے۔ جس وجہ سے وہ خوش ہو کر ہنستا ہے۔ اس کا دل بہلتا ہے اور صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اس عمر میں بھی اس کے کانوں میں پڑی ہوئی بعض باتیں اس کو یاد ہو جاتی ہیں۔ اور بڑی عمر میں کئی بچپن کی باتیں بتا دیتا ہے۔ اور جب ہوش سنبھالتا ہے تو پھر ایک منٹ بھی وہ ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ کبھی کہانیاں پڑھنے یا سننے کا شوق اور کھیل کود میں منہمک غرض کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتا ہے۔ ورنہ اس کی صحت پر بھی برا اثر پڑ جائے گا۔ اور بیکاری کے نتیجہ میں کاہل، سست اور کام چور اور جلدی تھک جانے والا ہو جائے گا۔ لیکن ہر وقت کام میں مصروف رہنے والا زیادہ کام کر سکتا ہے۔ اور اس کی صحت بھی اچھی رہتی ہے۔

پھر جب آدمی ملازمت، تجارت یا اور کسی کام میں مصروف رہنے کے بعد بڑی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اگرچہ وہ جوانوں کی طرح مستعدی اور بھاری کام نہیں کر سکتا۔ تاہم اس کو بے کار ہرگز نہیں رہنا چاہیئے اپنی وسعت استطاعت اور قوت کے موافق کوئی نہ کوئی کام کرتے رہنا چاہیئے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ

فرماتے ہیں:-

"دنیا کا تجربہ یہ ہے کہ پنشن لینے کے بعد جو شخص کام نہیں کرتا وہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ نکمے رہنے سے عمریں کم ہو جاتی ہیں"

(خطبہ جمعہ ۱۰ر جنوری ۱۹۳۶ء الفضل جلد ۲۳ نمبر ۱۶۶)

اندریں حالات حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عزیز جماعت کے پنشنر حضرات سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:-

"میں تحریک کرتا ہوں کہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں۔ خدا نے انہیں موقعہ دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں یعنی دین کی خدمت کریں۔ بیسیوں ایسے لوگ ہیں جو پنشن لیتے ہیں اور جنہیں اپنے گھروں میں کوئی کام نہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ خدمتِ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں۔ تا ان سکیموں کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے یا جو مناسب ہو انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے۔ ورنہ اگر نگرانی کا کام نہ کیا گیا تو عملی نتیجہ اچھا نہ نکل سکے گا"

(خطبہ جمعہ ۱۰ر جنوری ۱۹۳۶ء)

مزید فرمایا:-

"ان کاموں کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جنہیں کچھ تجربہ بھی ہو صحت بھی اچھی ہو اور جن میں ابھی طاقت ہو" (خطبہ جمعہ مذکور)

"جو لوگ پنشنر ہیں ساری عمر انہوں نے دنیا کے کاموں میں گزار دی ہے اب کیوں وہ اس کام کو اختیار نہیں کرتے جس کے کرنے سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ تا مرنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ سے کہہ سکیں کہ اے خدا ہمیں اپنی زندگی میں جو وقت فرصت کا ملا اسے ہم نے تیرے دین کے لئے وقف کر دیا تھا اس سے زیادہ کسی انسان کی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بغیر قربانی کے اسے ثواب ملتا جائے" (الفضل جلد ۲۳ نمبر ۱۶۶)

خدا تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود وسلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے کہ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس کی تاثیرِ قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس جیسا حق شناخت کا ہے اس کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی طور پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام اوّلین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرارِ افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعوے کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اس کو دی گئی اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا، جو اس کے ذریعہ نہیں پاتا وہ محرومِ ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری کیا حقیقت۔ ہم کافرِ نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی نبیؐ کامل کے ذریعہ اور اس کے نُور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ ہمیں میسر آیا۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں"۔

(حقیقۃ الوحی)

ناشر نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا